محمد اکرم خاں

# مغرب میں افراطِ زر اور اسلام

## تعارف

اصل موضوع پر کلام کرنے سے قبل ہم اس موضوع کے انتخاب کی وجوہات بیان کئے دیتے ہیں۔

اوّل :۔ افراطِ زر کا مسئلہ، اس کی وجوہات اور اس کے حل پر مغربی ممالک کی معیشت کے حوالہ سے جتنا تحقیقی کام ہوا ہے، ترقی پذیر ممالک کے بارے میں اتنا نہیں ہوا، ترقی پذیر ممالک میں افراطِ زر کی وجوہات ترقی یافتہ صنعتی ممالک میں افراطِ زر کی وجوہات سے بہت حد تک مختلف ہیں، اور تیسری دنیا کے ان ممالک میں اپنی معیشتوں کے بارے میں صحیح اور سچے حقائق جمع کرنے کے دوران ...... استفادہ کر کے تحقیقی کام کرنے کا اہتمام بہت کم ہوا ہے۔ لہٰذا ترقی پذیر ممالک میں اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں پر کلام کرنے کے لئے کافی مواد موجود نہیں ہے۔

دوئم :۔ ترقی پذیر ممالک اپنے ترقیاتی منصوبوں اور ترقی کے طریق کار (STRATEGY) میں ترقی یافتہ صنعتی ممالک کے راستہ کو اپنا رہے ہیں لہٰذا جیسے مسائل آج ترقی یافتہ ممالک کو درپیش ہیں، آئندہ چند سالوں میں ترقی پذیر ممالک بھی ان کا سامنا کریں گے۔ بشرطیکہ وہ ترقی کے ان منازل پر پہنچیں جہاں آج مغرب کے ممالک ہیں، لہٰذا ترقی یافتہ ممالک کا تجزیہ ترقی پذیر ممالک کے لئے بھی سودمند ہو سکتا ہے۔

سوئم :۔ ہمیں ایسا لگتا ہے کہ اسلامی تعلیمات ایک ترقی یافتہ ملک کی معیشت میں زیادہ موزوں طریقے سے صادق آتی ہیں، بہ نسبت ترقی پذیر معاشرے کے، کیونکہ وہ تعلیمات اتنی متحرک اور جاندار ہیں کہ ترقی پذیر ممالک کے سست رفتار معاشرے ان کے ساتھ چلنے میں خاصی دشواری کا سامنا کریں گے۔ یعنی ترقی پذیر ممالک میں اسلام کی تعلیمات کو نافذ کرنے کے لئے زیادہ بڑی اداراتی تبدیلیاں (INSTITUTIONAL CHANGES) درکار ہوں گی، بہ نسبت ترقی یافتہ ممالک (اس موقع پر اس بات کا ثبوت پیش کرنا ممکن نہیں ہے تاہم جو حضرات

اس کو صحیح نہیں مانتے وہ سردست مضمون لکھنے کی اس تیسری وجہ سے صرفِ نظر کر سکتے ہیں۔

## افراطِ زر کی حقیقت

افراطِ زر کی یوں تو بہت سی تعریفیں معاشیات کی کتب میں موجود ہیں، تاہم عام فہم الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ افراطِ زر ایسی کیفیت ہے کہ جب کسی معیشت میں بہت سارو پیہ تھوڑی چیزوں کی خریداری کے لئے پایا جائے تو وہاں افراطِ زر ہوتا ہے جس کی وجہ سے مجموعی طلب زیادہ ہو جاتی ہے اور تمام چیزوں کے نرخ بڑھنے لگتے ہیں۔ اس وقت افراطِ زر دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ ہے، دنیا کی امیر ترین قوموں سے لے کر غریب ترین ممالک اس مسئلے کے سامنے بے بس نظر آتے ہیں، جتنے بھی حل سوچے گئے ہیں ان میں اکثر کو آزما کر دیکھا جا چکا ہے، حل میں ناکامی حتمی طور پر معلوم کی جا چکی ہے اس وقت دنیا اس مسئلے کے آگے تقریباً بے بس ہے اور منتظر ہے کہ کوئی ایسا حل ملے جو کہ اس مشکل سے اسے نجات دلا دے، موجودہ مضمون اس قسم کے کسی دعوے کے ساتھ تو پیش نہیں کیا جا رہا کہ اس مسئلے کا کوئی حتمی حل پیش کرے گا البتہ چونکہ اس کی بنیاد اسلامی تعلیمات پر ہے جو کہ الہامی ذرائع سے دنیا تک ہدایت اور نجات کی واحد راہ ہے لہٰذا توقع ہے کہ اگر ان تعلیمات کا صحیح اطلاق ہو سکے تو دنیا اس مسئلے سے عہدہ برآ ہو سکے گی۔

موجودہ مضمون اس اعتبار سے بالکل ابتدائی نوعیت کا ہے کہ اس میں تجزیاتی انداز (ANALYTICAL APPROACH) اختیار نہیں کیا گیا ہے بلکہ بیانیہ انداز میں مسئلے کی حقیقت اس کی وجوہات اور اس کے حل پر کلام کیا گیا ہے اس کی بڑی وجہ اس وقت کے قارئین ہیں جو کہ معاشیات کی نظریاتی بحثوں میں پڑے بغیر مسئلہ کے اسلامی حل سے آگاہ ہونا چاہیں گے۔ تاہم یہ بھی درست ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے مسئلہ کے تجزیاتی پہلو کا مطالعہ کسی نے نہیں کیا۔

## افراطِ زر کا عمل

یوں تو افراطِ زر کے عمل کو کئی طریقوں سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ایک بہتر انداز نظر یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ طلب میں زیادتی کس طرح رُو پذیر ہوتی ہے۔

# اشتہارات کی دنیا

مغرب میں اشتہاروں کے ذریعہ سے اشیاءِ ضرورت کے بارے میں اتنے بڑے پیمانے پر پراپگنڈہ کیا جاتا ہے کہ اس سے غیر ضروری اشیاء کی طلب بھی شدت اختیار کر لیتی ہے، آپ جہاں بھی جائیں اشتہارات کی ایک بھرمار ہے۔ تمام ذرائع ابلاغ، پریس، ریڈیو، ٹی وی اس کام کے لئے وقف ہیں، آپ گلی کوچوں میں سڑکوں اور شاہراہوں میں جہاں کہیں بھی جائیں اشتہارات آپ کا تعاقب کریں گے، آپ معمولی سے معمولی چیز خریدیں اس کے لیبل اور اس کے پیکٹ پر اشتہارات ہوں گے۔ پھر یہ اشتہارات بے شمار طریقوں سے آپ سے اپیل کرتے ہیں۔ کبھی جبلّی ضروریات کو بھڑکاتے ہیں، کبھی جسمانی خواہشات کو، کبھی ذہنی آسودگی کو اور کبھی روحانی متعیّش کو، کبھی جذبات کو اپیل کرتے ہیں تو کبھی عقل کو، اس سارے کام کے لئے صوت و نور کی تمام تکنیک مہیا ہے، اور کارخانے صبح سے شام تک ریڈیو اور ٹیلی ویژن ہر لمحہ، رسالوں، اخبارات کا ہر صفحہ غرضیکہ اشتہارات کا ایک طوفان ہے جو آپ کی نظروں کے سامنے اور آپ کے کانوں کے اندر اُمنڈ چلا آ رہا ہے، ہوش کے چند لمحے بھی اس سے فرار میسّر نہیں ہوتا، ان اشتہارات کے زور پر آپ کو قائل کیا جاتا ہے کہ آپ کی موجودہ اشیائے ضرورت بے کار ہو گئی ہیں یا کم آرام دہ ہیں، یا فیشن کے خلاف ہیں یا سائنس اور ٹیکنالوجی کے نام پر دعویٰ کیا جاتا ہے کہ آپ کو زیادہ بہتر، زیادہ پائیدار، زیادہ مفید اشیاء حاصل کرنا چاہئیں۔ اس میں شک نہیں کہ سائنس اور ٹیکنالوجی نے پچھلے ۵۰ سالوں میں بے انتہا ترقی کی ہے۔ مگر جس بڑے پیمانے پر موجودہ اشیائے ضرورت کو بے کار کیا جا رہا ہے اس میں سائنس کی ترقی سے زیادہ اشتہارات کی ترقی کا دخل ہے، غرضیکہ جب آپ اشتہارات سے مسحور یا مجبور ہو کر اشیائے ضرورت کو خریدنے چلیں گے تو مارکیٹ میں ان اشیاء کی طلب بڑھے گی، اس کا ایک اثر اور ہوتا ہے۔ یہ کہ ان اشیاء کو پیدا کرنے والے کارخانے پہلے سے زیادہ اشیاء پیدا کرنے کی کوشش کریں گے جس کے لئے ان کو زیادہ مشینری اور محنت (LABOUR) کی ضرورت ہو گی، زیادہ مشینری کے حصول کے لئے مشینری بنانے والے کارخانوں پر زیادہ آرڈر بک ہوں گے اور وہاں بھی طلب کی زیادتی کا اثر پہنچے گا۔ لیکن آپ محسوس کر سکتے ہیں کہ جتنی دیر میں کارخانے مشینری زیادہ بنائیں گے اور زیادہ مشینری کی مدد سے صارفین کی ضرورت کی چیزیں بن کر مارکیٹ میں آئیں گی اس اثناء میں مارکیٹ میں طلب کی زیادتی کی وجہ سے اشیائے ضرورت کے دام بہت اونچے جا چکے ہوں گے۔ ان داموں کے اونچا جانے کی وجہ سے طلب کی زیادتی کا زور اور بڑھے گا۔ صارفین کی ضروریات بنانے والے

پیداوار بڑھانے کی کوشش کریں گے، اسی طرح مشینری بنانے والے اور زیادہ مشینری بنائیں گے اور ان کو اس عمل کو پورا کرنے پر جو وقت لگے گا، اس اثناء میں اشتہارات کے زور پر طلب اور زیادہ ہوچکی ہو گی۔ اس طرح چکر چلتا رہتا ہے، لیکن اگر دو مشکلات نہ ہوں تو شائد ایک وقت پر کہیں ٹھہر جائے۔

اوّل :۔ یہ کہ مشینری بنانے والے کارخانوں کی گنجائش کی ایک حد ہے، جس سے زیادہ پیداوار نہیں بڑھا سکتے، پھر ملکی معیشت میں وسائل کی بھی ایک حد ہے، جس سے زیادہ ملکی معیشت اشیاء ضرورت پیدا نہیں کر سکتی،

دوم :۔ محنت ( LABOUR ) کی مقدار اتنے تھوڑے وقت میں، جتنے میں کہ اشتہارات طلب کی شدت پیدا کر دیتے ہیں، بڑھانا ممکن نہیں کیونکہ محنت کا تعلق تو آبادی سے ہے اور کسی ملک کی آبادی میں اضافہ چشم زدن میں تو نہیں کیا جا سکتا، پھر اگر آبادی موجود ہو، لیکن وہ ضروری تکنیک سے آراستہ نہ ہو تو پھر بھی وہ کارآمد ثابت نہیں ہو سکتی، دوسرے ممالک سے محنت درآمد کرنے میں بہت سے سیاسی و معاشرتی مسائل ہیں غرضیکہ جب کسی ملک میں تمام کارآمد افراد کام پر لگ جاتے ہیں، تو طلب کی شدت پیداوار میں مزید اضافہ چاہتی ہے لیکن مادی وسائل اور انسانی وسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے پیداوار میں اضافہ نہیں ہو سکتا۔ اور قیمتوں میں اوپر جانے کا رجحان جاری رہتا ہے۔

د :۔ اشتہارات کے ساتھ ساتھ مغربی معاشرے میں ایک اور معاشرتی عامل اپنا کام کر رہا ہے اور وہ ہے معاشرے کے ایک طبقے کا دوسرے طبقے پر نفسیاتی اثر۔

عام طور پر اوپر کے طبقے اپنے رہن سہن اور بود و باش میں تعیّش کے عادی ہوتے ہیں۔ اور وہ اشتہارات کی اپیل پر سب سے پہلے لبیک کہتے ہیں اور تیزی سے نئی نئی مصنوعات کو پذیرائی بخشتے ہیں، ان سے ذرا نچلے طبقے کے لوگ اگرچہ اتنے خوشحال نہیں ہوتے لیکن چونکہ معاشرے کی اقدار اوپر کے طبقے کو زیادہ عزت بخشتی ہیں لہٰذا وہ ان کی تقلید میں اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور وہ بھی اس "معراج" پر پہنچنے کی جستجو میں (جس میں کہ اوپر والا طبقہ پہلے سے ہوتا ہے) نئی نئی چیزوں کی طلب میں لگ جاتا ہے، اس طرح سے گویا ایک مسلسل عمل کا آغاز ہو جاتا ہے جو کہ اوپر کے طبقوں سے نچلے طبقوں میں ایک غیر مرئی طریقے سے نفوذ کرتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے چند دنوں میں جو چیز صرف اوپر کے طبقے تک محدود تھی، اب سارے معاشرے میں سرایت کر جاتی ہے، اس دوران اوپر والے طبقہ کے لوگ یہ دیکھ کر۔ کہ اب یہ فیشن بہت ہی عامیانہ ہو گیا ہے پھر سے کسی نئے فیشن کا آغاز کرتے ہیں۔ اس سارے معاملے

میں یاد رہے کہ نئے فیشن کا مارکیٹ میں لانا بھی دولت مند طبقے کے افراد ہی کا کرشمہ ہے۔ چنانچہ وہ اپنے کاروبار کو چمکانے کے لئے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد نئے نئے فیشن لاتے ہیں۔ جن کو ان کے طبقے کے دوسرے لوگ سرپرستی بخشتے ہیں، اور یوں سارا معاشرہ چند دولت مندوں کے ہاتھوں کھیلتا رہتا ہے۔

ایک دوسرے کی تقلید اور "دیکھا دیکھی" (EMULATION) کا مرض اس قدر فروغ پا چکا ہے کہ لاشعوری طور پر سب لوگ اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور جو کوئی ایسا نہیں کرتا وہ جلد ہی نکو بن جاتا ہے۔ چنانچہ خواہی نخواہی سب ہی اس مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اس عمل کا ایک بین اثر یہ ہے کہ معیشت میں طلب کے دباؤ میں اضافہ ہوتا ہے۔ جو کہ افراطِ زر کا باعث بنتا ہے۔

ج :۔ اشتہار بازی اور ایک طبقے سے دوسرے طبقے میں طلب کا نفوذ ایک ایسا عمل ہے جو کہ کم معیشت کے لوگوں کے لئے مالی مشکلات کا باعث بن سکتا ہے، چنانچہ اشتہارات اگر طلب پیدا کئے جائیں۔ اور اوپر کے طبقے کے لوگ نئے نئے فیشن بدلتے رہیں۔ اور معاشرے کی اکثریت کے پاس اپنی طلب کی پیاس بجھانے کے ذرائع نہ ہوں تو اشیاءِ ضرورت (جس کی پیدائش اور تقسیم پر اتنا خرچ ہو چکا ہوتا ہے) کی فروخت ممکن نہ رہے۔ چنانچہ اس عمل کو سہل بنانے اور کارروائی مکمل کرنے کے لئے " اقساط پر فروخت " کا طریقہ جاری کیا گیا اب اقساط پر فروخت کا طریقہ اتنا رچ، بس چکا ہے کہ امریکہ یا دوسرے مغربی ممالک میں زندگی کا تصور اس کے بغیر ممکن نہیں رہا۔ گھر کے استعمال کی تقریباً تمام چیزیں اقساط پر فراہم کی جاتی ہیں اور جب کوئی نئی چیز بازار میں بکنے آتی ہے تو اس کے ساتھ ہی اقساط پر دستیابی کی سہولت بھی دی جاتی ہے، اس طرح اشتہارات کے ذریعے طلب پیدا کر کے اور اس طلب پر اونچے طبقے کی مہر پذیرائی ثبت کر کے جب ہر شخص کی خواہش کو اتنا بھڑکا دیا جاتا ہے کہ وہ اس چیز کے بغیر رہ ہی نہ سکے۔ تو پھر وہ بہت آسانی سے اقساط کا پھندا اپنے گلے میں ڈالنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، چنانچہ ہر ماہ کے آغاز میں جب لوگوں کو تنخواہیں ملتی ہیں تو ان کا ایک معتد بہ حصہ اقساط اور ان پر سود کی نذر ہو جاتا ہے۔ اس کے نتیجے کے طور پر عام لوگ صرف اتنے پیسوں میں گزارہ کرتے ہیں کہ جن سے وہ آئندہ کوئی ایسی چیز نقد خریدنے کی توفیق اپنے میں نہیں پاتے چنانچہ جب دوبارہ اشتہارات ان میں طلب کی آگ بھڑکاتے ہیں تو پھر وہ اقساط کے مرہونِ منت ہو جاتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ مغرب میں عام لوگ کوئی بچت ہی نہیں کرتے۔ بلکہ بچت کرتے وقت بھی دیکھا جاتا ہے، کہ بچت کو سود پر چلایا جائے یا اقساط پر اشیاء خرید کر کے ان پر سود ادا کیا جائے، عموماً جس طرف

منفع زیادہ ہو وہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔

## افراطِ زر کی حقیقی وجوہات

گذشتہ سطور میں بیان کئے گئے عمل سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ افراط زر کی اصل وجوہات کیا ہیں، اگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ افراطِ زر جس طرح رونپذیر ہوتا ہے۔ اس کی تہہ میں بنیادی اور فلسفیانہ عوامل کارفرما ہیں جن کی وجہ سے اشتہار بازی کا موجودہ رجحان فروغ پذیر ہوا۔ اور جن کی بدولت افراطِ زر پر کنٹرول مشکل ہو گیا ہے۔ ہم ان گہرے اور بنیادی وجوہ کی طرف اشارہ کریں گے جو اس عمل کی تہہ میں پوشیدہ ہے۔

۱ :۔ اگر مغربی معیشت اور اس کے ارتقاء کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ صنعتی انقلاب کے فروغ سے اب تک کے اقدار میں پیداوار (PRODUCTION) اور پیداواریت (PRODUCTIVITY) کو خاص مقام حاصل ہے وہ تمام امور یا افعال جن سے پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے، یا جو پیداوار میں اضافہ کا سبب بن سکتے ہیں، معاشرے میں اچھی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس غیر پیداواری امور کو ایک کمتر قسم کا کام سمجھا جاتا ہے اور سارا معاشرہ اس کی فکر کرتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ ایک حد تک تو یہ رجحان اچھا ہے۔ اور ضروری بھی۔ کیونکہ جب کسی ملک میں پیداوار ہی نہ ہو تو وہاں خوشحالی کیسے آئے گی۔ لیکن مغرب اس معاملے میں توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ پیداوار بڑھانے کے جنون نے ایسی ٹیکنالوجی کو جنم دیا جو کہ پیدائش کثیر کا باعث بنی۔ ایسے کاروباری ادارے وجود میں آئے جو پیدائش کثیر کا ذریعہ ہوں اور ان کو تقسیم کرنے کے اہل ہوں، حکومت نے بھی اپنے فرائض میں اشیاءِ ضرورت کی پیدائش میں اضافہ کو شامل کر لیا۔ چنانچہ جن اطراف میں پرائیویٹ ادارے آگے نہ بڑھ سکے، حکومت نے اپنے فرائض پہنچانے اور یوں پیدائش کثیر کا عمل ظہور پذیر ہوا۔

پیدائش کثیر اور پیداوار میں اضافہ کی اس دوڑ میں مغرب کا انسان "ضروری" توازن قائم نہ رکھ سکا۔ مثلاً جتنے بڑے پیمانے پر مادی ضروریات کی چیزیں پیدا کی گئی ہیں، اتنے ہی بڑے پیمانے پر انسانی ضروریات کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔ یعنی مادی اشیاء تو پیدا کر لی گئیں لیکن اچھے انسان بنانے کے لئے سرمایہ کا کوئی متوازن حصہ وقف نہیں کیا گیا۔ تعلیم، صحت، صاف ہوا، جرائم کی روک تھام، اخلاقی ضوابط کے فروغ، معاملاتِ کار میں دیانت کے عمل و دخل اور بے شمار دوسرے ایسے کام تھے جن پر سرمایہ کاری کی ضرورت تھی تاکہ وہ سب لوگ جو کاروباری نقطہ نظر سے تقسیم پیداوار یا اشتہار بازی کے کام میں مشغول ہیں، یا اشیائے ضرورت پیدا کر رہے ہیں، وہ حقیقی معنوں میں انسان کی

فلاح سے اپنے آپ کو متعلق کریں، اس کے برعکس انہوں نے اپنے مفادات اور اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لئے جو حربے بھی مناسب جانے اختیار کئے، چنانچہ اس کام کے لئے صنف کو بازار میں لانا پڑا، بے حیائی، جھوٹ مکرو فریب اور مصنوعی طلب سازی وغیرہ، اخلاقی جرائم کو مستحن اقدار کے طور پر اپنانا پڑا، آگے چلنے سے پہلے اس سلسلے میں دو باتیں اور قابل ذکر ہیں۔

اوّل :۔ یہ کہ ترقی پذیر ممالک میں رہنے والے لوگ اپنے ہاں کے لوگوں کے حالات کے مقابل میں مغرب میں انسانوں کے اخلاقی اور انسانی معیار کو پھر بھی بلند پاتے ہیں، ممکن ہے وہ ہمارے اوپر کے تجزیہ کو مبالغہ پر مبنی خیال کرتے ہوں، اس کی وجہ ترقی پذیر ممالک میں رہنے والے لوگوں کی اپنی انتہائی اخلاقی پستی ہے نہ کہ مغربی انسان کا اعلیٰ معیار انسانیت،

دوم :۔ یہ کہ کاروبار کو کسی اخلاقی ضابطہ کا پابند بنانے کے لئے جتنے بھی قوانین مغرب میں بنائے گئے ہیں تجربہ بتاتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی فی الحقیقت کامیابی سے اپنے اثرات نہیں رکھ سکا۔ اس لئے شروع ہی سے اخلاق و معیشت کو دو غیر متعلق دائرہ کار کے طور پر پیش کیا گیا۔ غرضیکہ پیداوار کے عمل کو فضیلت بخشنے کے بعد جس معاشرتی توازن کو برقرار رکھنا ضروری تھا وہ نہیں رکھا گیا، جس کی وجہ سے معیشت ایسی نہج پر چل نکلی کہ جہاں سے اُسے توازن کی طرف واپس لانا بے حد دشوار ہو رہا ہے۔

ب :۔ اس سارے عمل میں گورنمنٹ کی ایک اخلاقی ذمہ داری تھی کہ وہ عوام الناس کو سرمایہ دار طبقہ کے ہتھکنڈوں سے بچائے۔ لیکن ماضی قریب تک حکومت کا کاروباری معاملات میں دخل بہت معیوب سمجھا جاتا رہا جب بھی کسی حکومت نے معیشت کے امور میں دخل دیا، ہر طرف سے معاشیات دانوں اور فلسفہ کے طالب علموں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی، اور کہا کہ حکومت کی مداخلت سے معاملات بہت بگڑ جائیں گے، بار بار کے تجربات کے بعد مغرب نے اب کافی حد تک تسلیم کر لیا ہے کہ حکومت کے ذمہ بھی ایک حد تک فرض ہے جسے ادا کرنا اس کی اخلاقی ذمہ داری ہے لیکن اس کام پر ہنوز کوئی اتفاق نہیں ہوا کہ حکومت کس حد تک معیشت کے امور میں دخل دے، اگر اوّل روز سے ہی حکومت اس اخلاقی فرض کو پورا کر دیتی اور کاروباری اقدار کو غیر متوازن راستے پر جانے سے روکتی تو شاید بات اتنی نہ بڑھتی، جتنی کہ اب بڑھ چکی ہے،

ج :۔ مغرب میں انسان کی فلاح اور آسودگی کا معیار یہ ٹھہرا کہ اصل فلاح مادی بہبود ہے، چنانچہ ساری توجہ مادی وسائل کی فراوانی بہم پہنچانے میں دی گئی، انسان کی نفسیاتی، روحانی اور اخلاقی ضروریات جن کی وجہ سے وہ

اصل انسان ہے) پورا کرنے کے لئے کوئی توجہ نہ دی گئی، مندرجہ بالا بحث سے اندازہ ہوا، کہ اس عالمی مسئلے کی تہہ میں معاشرے کی اقدار اور بنیادی فلسفہ کارفرما ہے، جن اقدار اور جن بنیادی تصورات پر مغربی معیشت کی تعمیر ہوتی ہے، ٹھیک انہی تقاضوں کے پیشِ نظر اس نے ایک خاص راہ متعین کی۔ اس راہ پر چلنے کے بعد جو نتائج سامنے آئے وہ اب کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

## حل کی کوشش

افراطِ زر کا مسئلہ جتنا سنگین ہے، اتنے ہی زور و شور سے اسے حل کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں، مخصوص اقدامات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے۔ عام طور پر افراطِ زر کو تین طرح کے اقدامات کے ذریعے کنٹرول کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

## مالیاتی پالیسی

مالیاتی پالیسی (MONETARY POLICY) کا مطلب یہ ہے کہ معیشت میں زرگردان کی مقدار کو کم کیا جائے، اس کے لئے عام طور پر قرضوں کی شرح سود میں اضافہ کیا جاتا ہے، یا مرکزی بنک دوسرے بنکوں کے بلوں کی شرح کٹوتی میں اضافہ کر دیتا ہے یا بنکوں کا نقد ریزرو بڑھا دیا جاتا ہے، یا ادھار دینے پر کوٹہ بندی کے ذریعے پابندیاں عائد کر دی جاتی ہیں۔ اس طرح اقساط پر فروخت پر شرح سود اور ابتدائی قسط پر اضافے کر دیے جاتے ہیں۔ کسی وقت معیشت میں چند یا ان تمام طرح کے اقدامات کئے جاتے ہیں۔ ان اقدامات سے پہلے معیشت کے نشیب و فراز کا بہت تفصیل سے جائزہ لیا جاتا ہے اور افراطِ زر کو اس کے منبع سے بند کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔ لیکن عملی طور پر مالیاتی پالیسی زیادہ کامیاب نہیں ہو سکی۔ اس کی وجوہ ہیں۔

اوّل :۔ شرح سود میں اضافہ کو ادھار لین دین میں کمی کی بجائے کاروباری ادارے اپنی لاگت پیدائش میں اضافہ "بوجہ شرح سود میں اضافہ" شمار کرتے ہیں اور اس اضافہ کو قیمت فروخت میں وصول کر لیتے ہیں، بڑی سے بڑی کارپوریشنوں کے وجود میں آنے سے مسابقت اور مقابلہ کی وہ حیثیت نہیں رہی جو کہ ایک مثالی مقابلے کی صورت ہوتی ہے جبکہ کوئی ادارہ اپنی اشیاء کی قیمت میں من مانا اضافہ نہیں کر سکتا تھا۔ اب صورت حال دیگر ہے، سود میں اضافہ

سے قیمتوں میں مزید اضافہ ہوتا ہے اور مالیاتی پالیسی الٹا افراطِ زر میں اضافہ کا موجب ہوتی ہے۔

دوم :۔ بڑے بڑے کاروباری ادارے اگر قیمتوں میں اضافہ پہ قدرت نہ پاتے ہوں تو وہ سرے سے بنکوں ادھار لین دین بند کر دیتے ہیں، اور اپنے بڑے بڑے محفوظ سرائے سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں اور کسی طرح سے اپنی پیداواری سرگرمیاں کم نہیں کرتے۔ اس طرح شت میں زر کی گردش میں کمی کی تمام کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں۔

سوم :۔ مالیاتی پالیسی اپنا اثر دکھاتے میں عام طور پہ اتنا وقت لے لیتی ہے کہ اکثر اوقات حکومت کے اقدام غلط وقت پہ اثر پذیر ہوتی ہے۔ چنانچہ عام طور پہ ایسا ہوتا ہے کہ جس وقت گردش زر کم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس وقت وہ زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور جب زیادہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ کم ہو جاتی ہے اس مشکل کا کوئی تسلی حل ابھی تک کسی حکومت کے پاس نہیں ہے۔

چہارم :۔ مالیاتی پالیسی کے اطلاق سے افراطِ زر کا مسئلہ حل نہیں ہوا۔ بلکہ عملی طور پہ اس کی ناکامی اظہر من الشمس ہو چکی ہے۔ چنانچہ معاشیات دان اس سے کافی حد تک عدم اطمینانی کا اظہار کر چکے ہیں۔

## (ب) آمد و خرچ کی پالیسی

افراطِ زر پہ قابو پانے کے لئے حکومت عام طور پہ اپنی آمدنی اور خرچ (FISCAL POLICY) کے منصوبوں میں بھی ترمیم کرتی ہے۔ منصوبہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے ہاتھوں میں کم سے کم زر کی مقدار رہے اور کسی طرح وہ حکومت کے پاس جمع رہے۔ چنانچہ ٹیکسوں میں اضافہ، ادائیگیوں میں تاخیر، اپنے منصوبوں پہ خرچ جہاں سے آمدنی یا پیداوار جلد شروع ہو سکے، اسی طرح حکومتی قرضوں کا حصول، زبردستی بچت کی سکیمیں وغیرہ ایسی تدابیر ہیں، جن کے ذریعے حکومت لوگوں کی قوت خرید کم کر کے اپنے اختیار میں لینا چاہتی ہے لیکن عملی طور پہ حکومت کی آمد و خرچ کی پالیسی بھی کچھ زیادہ کارگر ثابت نہیں ہوئی، اوّل تو ٹیکسوں کے لگنے سے قوت خرید کم ہو کہ طلب میں کمی کے بجائے ٹیکسوں کا سارا بار صارفین کی طرف کر دیا جاتا ہے، یعنی ادھر حکومت نے ٹیکس لگایا اُدھر کاروباری اداروں نے اس ٹیکس کا بوجھ قیمت خرید کے ذریعے صارفین کی طرف منتقل کر دیا اس طرح قیمتوں میں کمی کے بجائے اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ عملی طور پہ مسابقت کے رجحانات میں کمی اجارہ داری کا فروغ اور بڑی بڑی کارپوریشنوں کا وجود حکومت کے اس حربے کو ناکام بنانے میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ حکومتی قرضوں کی ادائیگی میں تاخیر یا حکومتی قرضوں کی پیشکش عام طور پر بڑے بڑے اداروں کو متاثر نہیں کرتی، کیونکہ اوّل تو وہ حکومت کے قرضوں کی ادائیگی میں تاخیر کو اپنے محفوظ سرمایہ میں سے پورا کر لیتے ہیں۔ دوسرے وہ حکومتی قرضوں کے لئے عام طور پر اپنے سرمائے فراہم ہی نہیں کرتے، چنانچہ وہ حکومت کی اس پالیسی سے بہت حد تک متاثر ہی نہیں ہوتے، اور امریکہ جیسے ملک میں ان بڑے اداروں کے ہاتھوں معیشت کی باگ ڈور ہے

سوم :۔ عملی طور پر بھی آمد و خرچ کی پالیسی کے ذریعے افراطِ زر پر قابو پانے میں ناکامی ہو چکی ہے۔ جزوی کامیابی البتہ ضرور ہوئی ہے۔

## (ج) قیمتوں پر کنٹرول

افراطِ زر کو روکنے کا ایک براہ راست طریقہ یہ بھی ہے کہ حکومت قیمتوں کی شرح مقرر کر دے اور لوگوں کو ان قیمتوں پر اشیاء بیچنے کا پابند کر دے، لیکن عملی طور پر یہ طریقہ بھی کامیاب نہیں رہا، کیونکہ جہاں کہیں بھی ایسا کیا گیا، اشیاء ضرورت مارکیٹ سے غائب ہو گئیں اور بلیک مارکیٹ وجود میں آ گئی۔ آج تک کہیں بھی یہ طریقہ مطلوبہ نتائج نہیں لا سکا، زیادہ سختی ہوئی تو حکومت نے اشیاء کی پیدائش اور تقسیم اپنے ذمہ لے لی، لیکن اس سے بھی ثابت ہوا کہ حکومت سستے داموں نہ پیدا کر سکتی ہے اور نہ ہی تقسیم، جس سے لوگوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ پھر حکومت کو الٹی کا بھی پورا لحاظ نہیں رکھ سکتی، چنانچہ سرمایہ دارانہ نظام میں حکومت کا عمل دخل اتنے اچھے نتائج نہیں لا سکا

## اسلامی حل

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس مسئلے کا حل کیا ہے ؟

کوئی دعوے کئے بغیر ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اگر اسلامی تعلیمات کو مکمل طور پر اپنایا جائے تو اس بات کے قوی امکانات ہیں کہ اس مسئلہ کو حل کیا جا سکے، تاہم اس بارے میں حتمی بات تو تب ہی کہی جا سکتی ہے جب اسے آزما کر دیکھ لیا جائے۔ اس سلسلہ میں دوسری بات یہ ہے کہ کسی غیر مسلم معیشت میں جہاں سرمایہ دارانہ نظام رائج ہو اور جہاں تمام ادارے نظام سرمایہ داری کے ہی کل پرزے ہوں۔ وہاں اسلام کی ایک، دو یا چند تعلیمات کو نافذ کرنا چنداں مفید نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہو سکتا ہے اس سے مزید الجھنیں پیدا ہوں،

تیسری بات یہ ہے۔ کہ افراطِ زر کا مسئلہ کچھ سطحی قسم کے عوامل کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں

اس کی تہہ میں گہرے فلسفیانہ عوامل ہیں جن کا تعلق اس معاشرے کے فلسفہ حیات، نظام اقدار اور انسانی فلاح کے بارے میں بنیادی تصور سے ہے، جب تک کوئی معاشرہ ان بنیادی عوامل کو تبدیل کر کے اسلام کے بنیادی تصورات کو نہیں اپناتا اسلامی تعلیمات اور اسلامی معاشی ادارے وجود میں نہیں لائے جا سکتے۔ ہم اس بات کو ذرا تفصیل سے کہنا چاہتے ہیں۔

(ا) سرمایہ دارانہ نظام میں جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ پیداوار اور پیداواریت بہت اہم اقدار ہیں سارا عز و شرف اس بات پر ہے کہ پیداوار بڑھائی جائے اور اس سلسلے میں وہ کسی حدود و قیود کے قائل نہیں اسلامی معاشرہ میں پیداوار اور پیداواریت بہت قابل لحاظ اقدار ہیں لیکن وہاں پر ان کے ساتھ توازن اور اعتدال شرط کے طور پر لگائے گئے ہیں، جہاں مادی پیداوار پر زور دیا گیا ہے۔ وہاں انسان سازی یا اچھے انسانوں کی تعمیر بھی معاشرے کی ذمہ داری ہے۔ اور سرمایہ کاری کا ایک معتدبہ حصہ ایسے انسانوں کی تخلیق پر صرف کرنا ضروری ہے۔ جو مفید شہری بھی ہوں اور اچھے مسلمان بھی ہوں اور ایک دوسرے کے خیر خواہ بھی اسلامی معاشرے میں تعلیم و تربیت کے ایک مفصل انتظام کے ذریعہ اس بات کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ کاروباری ادارے اپنی تمام سرگرمیوں میں بنیادی طور پر انسانی اخلاق کو ضرور ملحوظ رکھیں۔ چنانچہ ایسی تمام اشیاء کی پیدائش جو انسانی جسم یا اخلاق کے لئے غیر ضروری یا نقصان دہ ہو بالکل بند کر دی جاتی ہے۔ قانوناً بھی اور رضاکارانہ طور پر بھی، موجودہ معاشرے کے علی الرغم ان تمام اشیاء کی پیدائش میں سرمایہ کاری جو کہ فی الاصل انسانی فلاح کے لئے مقصود نہیں بلکہ صرف کاروباری حضرات کے جذبۂ منافع کی تسکین کے لئے پیدا کی جاتی ہے یہ پابندی لگائی جاتی ہے۔ ضروری نہیں کہ یہ پابندی قانوناً لگائی جائے، بلکہ عملاً یہ ہوتا ہے۔ کہ معاشرے کا اجتماعی ضمیر ایسی تمام سرگرمیوں پر گرفت کرتا ہے اور معاشرے کی اقدار ایسے تمام کاموں پر تشویش ظاہر کرتی ہیں جو کہ حقیقتاً دوسرے انسانوں کی فلاح کے لئے مقصود نہ ہوں۔

(ب) پیداوار پر قدغن کے ساتھ اشتہار بازی کے عمل کو قانونی اور اخلاقی قیود کے ماتحت رکھا جاتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں محتسب کا مقام بہت بلند ہوتا ہے، محتسب کے ذمہ جہاں اور بہت سے فرائض ہیں، وہاں یہ بھی ہے کہ وہ اپنے عملے اور تنظیم کے ساتھ جو کہ ضلعی اور دیہاتی بنیادوں پر موجود ہو تمام اشتہارات کی سچائی اور ان کے اثرات پر نگاہ رکھے تاکہ کوئی ایسا اشتہار باہر نہ آئے جو غلط ہو۔ یا غلط اثرات رکھتا ہو۔ اشتہارات کے تفصیلی ضابطہ کا یہ موقع نہیں ورنہ تفصیل سے

بتایا جاسکتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں اس سرگرمی کو قابو میں رکھنے کے کیا انتظامات کئے جا سکتے ہیں۔

## حرفِ آخر

(ج) اسلامی معاشرے میں سود مکمل حرام ہے۔ اس کے کئی فائدے ہیں۔

اول یہ کہ سود اشیاء ضرورت کی لاگت پیدائش میں شامل نہیں ہوتا جس سے قیمتیں اوپر نہیں چڑھتیں۔

دوم۔ سود کے بل بوتے پر اقساط پر فروخت جیسا کاروبار جو اس وقت مغرب میں ہو رہا ہے تقریباً بالکل ناپید ہوتا ہے۔ دراصل اشتہار بازی اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی دوڑ اپنا رنگ دکھاتی ہے جو اس سودی نظام کی بدولت ہے۔

اسلامی معاشرے میں اس کاروبار کے بند ہونے سے شدت طلب اور طلب سازی کے بڑے عوامل میں سے ایک کا سرے سے خاتمہ ہو جائے گا۔

سوم :- اس وقت شرح سود پیداواری سرمایہ کاری پر ایک رکاوٹ کا عمل بھی کرتی ہے کیونکہ بہت سے ایسے کاروبار جن سے شرح سود میں زیادہ منافع پہنچنے کی توقع نہ ہو اگرچہ کہ وہ عوام الناس کے لئے ضروری ہوں، شروع ہی نہیں کئے جاتے اور وسائل استعمال ہی میں نہیں لائے جاتے سود کے خاتمہ اور مضاربت و شراکت کی بنیادوں پر کاروبار کی شکل میں اس قسم کی پابندیاں سرمایہ کاری سے اٹھ جاتی ہیں، لہٰذا رسد کو طلب کے برابر کرنے میں ایک اور مفید عامل میسر آجاتا ہے۔

چہارم :- اسلامی معاشرے میں حکومت کا ایک مثبت کردار ہے، سرمایہ دارانہ معیشت میں ابھی تک حکومت کے رول کے بارے میں بحثیں جاری ہیں۔ اور سرمایہ دار حکومت کی مداخلت کو برداشت نہیں کر رہے، لیکن اسلامی معیشت میں یہ بات حکومت کے اولین فرائض میں شامل ہے۔ کہ وہ عوام الناس کی فلاح کے لئے کوئی بھی قدم اٹھا سکتی ہے وہ دولت کی ضبطی سے لیکر خود کاروبار تک کے تمام ذرائع استعمال میں لا سکتی ہے اسی طرح وہ پیدائش اور صرف کے تمام طریقوں میں دخل دے سکتی ہے۔ اور جہاں نظام پیدائش یا نظام تقسیم عوام الناس کی فلاح سے ہٹے۔ اسکو واپس ادھر لانے کے وسیع اختیارات اسلامی حکومت کے پاس ہیں سرمایہ دارانہ معاشرہ حکومت کو اتنے اختیارات دینے میں متامل ہے۔

(باقی صفحہ ۲۹ پر)